مدیر
خواجہ حسن ثانی نظامی
معاون مدیر
خواجہ سید مہدی نظامی

منادیاً ینادی للایمان

بارگاہِ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء

محبوب الٰہیؒ سے ایمان اور امن کی ندا دینے والا

اور ان کے جانشین

امام المشائخ شمس العلماء حضرت خواجہ حسن نظامیؒ کی یادگار

ماہنامہ منادی

نئی دہلی

درگاہ شریف اور منادی کے بارے میں خط وکتابت کرنے اور قیمت جمع کرانے کا پتہ :
خواجہ حسن ثانی نظامی
ڈاکخانہ حضرت نظام الدین اولیاء، نئی دہلی ۱۱۰۰۱۳

سالانہ قیمت	پندرہ ۱۵ روپے
غیر ممالک سے	تین ۳ پونڈ
فی پرچہ	ایک روپیہ ۵۰ پیسے

منادی ۱۹۲۶ء سے جاری ہے یہ ساٹھویں ۶۰ جلد (۱۹۸۵ء) کا گیارہواں ۱۱ شمارہ ہے

سرخ لکیر

عنوان کے نیچے ایک سرخ لکیر کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی ادا کردہ منادی کی قیمت اس شمارے سے ختم ہو گئی اور دو لکیروں کا مطلب یہ ہے کہ آیندہ شمارے سے ختم ہو جائے گی۔ جلد منی آرڈر کے ذریعہ قیمت بھیج کر ممنون فرمایئے یا وی پی کی اجازت دیجیے۔ وی پی میں آپ کے تین روپے پچیس پیسے زائد خرچ ہوں گے۔

(منیجر)

فہرست

پرنٹر پبلشر خواجہ حسن ثانی نظامی نے جمال پرنٹنگ پریس دہلی میں چھپوا کر درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نئی دہلی ۱۱۰۰۱۳ سے شائع کیا۔

حضرت متولی صاحبؒ کی رحلت

حضور غریب نوازؒ کا آستانہ - ہندوستان کا سب سے بڑا آستانہ ہے - اور اس آستانے کے وابستگان بھی سب کے سب ہمارے مخدوم ہیں - لیکن ان مخدوموں میں متولی قدیم حضرت سید اسرار احمد قبلہ بڑی البیلی شخصیت کے مالک تھے - انھیں دیکھ کر پرانے بزرگوں اور ان کے ادب آداب اور رکھ رکھاؤ کی یاد تازہ ہو جایا کرتی تھی - ان کی موجودگی ایک سرپرستی اور سہارے کی طرح محسوس ہوتی تھی اور ان کے اٹھ جانے سے ایسا لگتا ہے کہ جو بھی ہے - چلچلاتی دھوپ میں اکیلا کھڑا ہے -

حضرت مرحوم کو ہندوستان پر حکومت کرنے والے آستانے کا عہدۂ تولیت وراثت میں ملا تھا اور وارثت پانے والے ہمیشہ اپنے بزرگوں جیسے نہیں ہوا کرتے - لیکن مرحوم واقعی اپنے جلیل القدر بزرگوں جیسے تھے - ان کے والد حضرت متولی نثار احمد صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہٗ کے بارے میں شمس العلماء حضرت خواجہ حسن نظامیؒ نے ایک دفعہ لکھا تھا کہ اگر مجھ میں کچھ آدمیت پائی جائے تو سمجھنا چاہیے کہ یہ حضرت متولی نثار احمد صاحب کے فیض صحبت کا نتیجہ ہے - وہ صرف ایک ایڈمنسٹریٹر ہی نہیں تھے - بلکہ اچھے درویش بھی تھے - اور ان کی خدمت میں ہندوستان کے تقریباً سب ہی بڑے مشائخ اور علماء ادب سے حاضری دیا کرتے تھے - حضرت متولی اسرار احمد صاحبؒ نے خود کو اپنے نامور باپ کا صحیح جانشین ثابت کر دکھایا - ان وضع داریوں رکھ رکھاؤ، استغنا اور درویشی کی ویسی ہی دھوم رہی - جیسی دھوم ان کے والد کے اچھے اوصاف اور اخلاق حسنہ کی تھی - افسوس خوبیوں کا یہ مرقع اب منوں مٹی کے نیچے جا سویا -

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے عرس کے زمانے میں ۵ رجب کو حضرت متولی صاحب کی حویلی میں سماع کی ایسی یادگار محفل ہوا کرتی تھی کہ لوگ سال بھر اس کا انتظار کرتے تھے - ان کا ضعیفی کے باوجود گھنٹوں دوزانو بیٹھنا - ان کے چشم و ابرو کے اشاروں پر محفل کا انتظام و انصرام - سنجیدگی اور خشوع و خضوع کی فضا سب اچھوتی شان رکھتے تھے - اور ان کی محفلوں میں قوالی کے بول بعض اوقات غیبی آواز بن جایا کرتے تھے اور دلوں کی پکار سیدھی آسمان تک پہنچتی محسوس ہوتی تھی

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے گزشتہ عرس شریف سے چند روز قبل وہ گر پڑے تھے اور کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی - عرس کے زمانے میں وہ اسپتال میں تھے - اور وہیں لوگوں نے ان کی دست بوسی کا شرف حاصل کیا - اور حویلی مبارک میں ان کی عدم موجودگی کا سب کو بڑا قلق رہا - ۵ رجب کی محفل میں ان کے بڑے فرزند حضرت سید انوار احمد صاحب مدظلہٗ نے صدارت فرمائی اور اب وہی ان کے جانشین ہیں - اللہ تعالیٰ موصوف کو اپنے بزرگوں کے طریقہ پر چلائے - میں نظامی برادری کی طرف سے ان کی خدمت میں والدہ ماجدہ کی خدمت میں اور سب فرزندان و صاحبزادیوں اور دیگر اعزا کی خدمت میں تعزیت پیش کرتا ہوں اور دست بدعا ہوں

کہ اللہ تعالیٰ حضرت متولی صاحب مرحوم کے مدارج بلند فرمائے اور ہم سب کو صبر عطا ہو۔ آمین

حضرت شاہ امان اللہ پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

یہ سال کچھ ایسا آیا ہے کہ ہر طرف سے کوچ کی گھنٹی بجتی سنائی دیتی ہے۔ آستانہ پاک مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ کے سجادہ نشین اور سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ قادریہ کے مشہور بزرگ حضرت قبلہ شاہ امان اللہ نے بھی داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ وہ عرصے سے دل کے عارضے میں مبتلا تھے۔ علاج کے لیے امریکہ بھی تشریف لے گئے اور وہاں سے صحت یاب ہو کر واپس آئے۔ لیکن زیادہ مدت نہ گذری تھی کہ قلب کے دورے نے مالکِ حقیقی سے جا ملایا۔

خانقاہ مجیبیہ کے سجادہ نشین کے لیے یہ پابندی ہوتی ہے کہ وہ حج و زیارت وغیرہ کے سوا اور کسی غرض سے باہر نہیں جا سکتا۔ ساری عمر خانقاہ اور خلوت میں گذارنی ہوتی ہے۔ یہ بڑا سخت مجاہدہ ہے۔ لیکن حضرت شاہ امان اللہ صاحبؒ نے اپنے بزرگوں کی طرح اس مجاہدے کا حق ادا کیا اور حج اور آخری عمر میں علاج کے مقصد کے سوا کبھی خانقاہ سے باہر نہیں نکلے۔ ایک دنیا کسبِ فیض کے لیے ان کے آستانہ فیض کاشانہ ہی پر پہنچ جاتی تھی۔ اور وہ مطالعے کے ذریعے اپنے آپ کو دنیا کے واقعات سے اتنا باخبر رکھتے تھے کہ سب جگہ گھومنے پھرنے والے بھی ان کی معلومات کا مقابلہ کم ہی کر سکتے تھے۔ ان کا تمام وقت اللہ اللہ اور مطالعے میں گذرتا تھا۔ مسلسل خلوت نے ان کے مزاج میں ایسا دھیما پن اور شخصیت میں ایسا وقار پیدا کر دیا تھا کہ اس کی مثال نہیں ملتی تھی۔ ان کے پاس اعمال و اشغال اور وظائف کا ایسا ذخیرہ تھا کہ جو سینکڑوں سال کی مدت میں جمع ہوا تھا مگر اس کے باوجود ان کو نئی چیزوں کی جستجو رہتی تھی۔ اور جہاں سے بھی ممکن ہوتا تھا ان چیزوں کو حاصل کر لیتے تھے۔

حضرت شاہ امان اللہؒ کے دادا حضرت شاہ بدر الدین پھلوارویؒ سے حضرت خواجہ حسن نظامیؒ کو بہت سے سلسلوں کی اجازت ملی تھی۔ اور وہ ان کے مرشد تھے۔ حضرت شاہ امان اللہؒ کے والد حضرت شاہ محی الدین علیہ الرحمت سے حضرت خواجہ صاحب نے اپنے بڑے فرزند خواجہ حسین نظامی کو بیعت کرایا تھا۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس خانوادے کا کیا مقام ان کے دل میں تھا حضرت شاہ امان اللہ ہمارے مرشد زادے تھے اور ان کا پردہ کرنا ہمارے لیے ایسا ہے کہ جیسے عین دوپہر کے وقت سورج میں گہن لگنے سے اندھیرا چھا گیا ہو۔ اس اندھیرے میں امید کی کرن ان کے فرزندان ہیں۔ اور ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ حضرت کے فرزند اکبر میاں شاہ رضوان اللہ سلمہٗ اپنے والد بزرگوار کے صحیح جانشین ثابت ہوں گے۔ اور اپنے چچا حضرت مولانا شاہ عون میاں صاحب کا ساتھ ان کو اسی طرح میسر رہے گا جس طرح ان کے والد ماجد اپنے چچا زاد بھائی حضرت عون میاں کے شاہ شیر و شکر رہے تھے۔ حضرت عون میاں پر چونکہ خلوت میں بیٹھنے کی پابندی نہ تھی اس لیے وہ حضرت سجادہ نشین کے نمائندے اور سفیر کی حیثیت سے سب جگہ جاتے تھے اور سلسلے کا اہتمام فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپس کے اس سلوک و محبت کو ہمیشہ قائم رکھے اور خانقاہ عالیہ کی رونق برقرار

رہے۔ ہم سب کی یہ بھی دعا ہے کہ خداوند کریم خواجگان کے صدقے میں حضرت مرحوم کو اعلیٰ ترین درجات سے نوازے۔ اور وہ اپنے وابستگان کی آخرت میں اسی طرح دست گیری فرمائیں۔ جیسی اس دنیا میں فرماتے رہے تھے۔ ہم سب کو صبر کی توفیق ہو۔ یہ صدمہ پوری نظامی برادری کا صدمہ ہے۔ حضرت کی اہلیہ محترمہ صاحبزادگان صاحبزادیاں اور دوسرے عزیز و اقارب یقین فرمائیں کہ حضرت کی رحلت کا دکھ ہم سب کا دکھ ہے اور ہم سب کی نیاز مندی انشاء اللہ میاں شاہ رضوان اللہ سلمہٗ زیب سجادہ خانقاہ مجیبیہ سے اسی طرح برقرار رہے گی جس طرح ہم سب حضرت مرحوم کے ہمیشہ نیاز مند رہے۔

جوان صالح کی رحلت

یہ امر ہزار صدمے اور قلق کا باعث ہے کہ حضرت شاہ امان اللہؒ کے وصال سے قبل ان کے چچازاد بھائی اور دست راست حضرت مولانا شاہ عون احمد صاحب قبلہ کے صالح اور جوان صاحبزادے میاں نصر احمد نے دہلی میں ایک آپریشن کے بعد وفات پائی۔ اس حسرت ناک موت کا ذکر جس نے سنا کلیجہ پکڑ کر رہ گیا۔ گھر والے جنھوں نے مرحوم کو پھلواری سے دہلی کے لیے ہنسی خوشی رخصت کیا تھا۔ اور جو ہنستے بولتے اپنے پیروں چل کر روانہ ہوئے تھے۔ ان کی لاش کندھوں پر اور تابوت میں گھر پہنچی۔ اللہ تعالیٰ غم نصیب ماں باپ اور اقارب پر رحم فرمائے صبر دے اور مرحوم کو شہادت کا مرتبہ عطا ہو۔ آمین۔

حضرت علامہ انور صابری نظامی

شاعر انقلاب حضرت علامہ انور صابری نے طویل علالت کے بعد اپنے وطن مالوف دیوبند میں وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم باکمال شاعر بھی تھے اور بزرگان دین سے خاص نسبت اور تعلق بھی رکھتے تھے۔ انھوں نے ہندوستان کی جنگ آزادی میں حصہ لیا تھا اور اپنی ... دیگر نظموں سے مجاہدین آزادی کا ہو گرمایا تھا۔ انھوں نے ساری زندگی قلندرانہ رنگ میں گذاری اور شہرت کے آسمان پر پہنچنے کے بعد بھی اپنی قلندری کو ترک نہیں کیا۔ اہل تصوف کے دفاع میں وہ بڑے جری اور نڈر تھے۔ اور مخالفوں کی تردید کرنے میں کسی وقت بھی نہیں چوکتے تھے ایک دفعہ مشاعرے میں پنڈت ہری چند اختر نے مصرع پڑھا۔ ع "خدا مغرور آدم جاہل بلب شیطان باقی ہے" علامہ سے ضبط نہ ہو سکا۔ فوراً آواز لگائی کہ جی ہاں! اور (شیطان) یہاں موجود ہے!

مولانا کی زود گوئی کا بھی جواب نہ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ شعر کہنے کی مشین ہیں۔ اور کل دباتے ہی یہ مشین شعر ڈھالنے لگتی ہے لیکن مجھے ان کی شاعری کی معراج اس وقت نظر آئی جب زائرین حرم کو ان کا یہ شعر والہانہ انداز میں پڑھتے دیکھا کہ

ہر گام پہ سجدہ کرنے کو اٹھے گی نگاہ شوق انور — جب دور سے راہ طیبہ میں آثار مدینہ دیکھیں گے

اور اس کے بعد خود مجھے مسجد نبوی میں جالی مبارک کے سامنے پہلی بار رسائی میسر ہوئی جہاں سجدہ تعظیم پر پابندی ہے۔ اور ابتدائی حواس باختگی کے بعد ذرا ہوش آیا تو علامہ کا یہ شعر مجسم ہو گیا ۔

جلوۂ دوست مرا فرصت سجدہ نہ دہد — شاید اے شیخ حرم سجدہ حرام است اینجا

اور علامہ کا یہ شعر غالب کے مشہور شعر ۔

جب وہ جمال دل فروز صورت مہر نیم روز — آپ ہی ہو نظارہ سوز پردے میں منہ چھپائے کیوں

سے زیادہ برمحل محسوس ہوا۔

علامہ ہمارے ہاں کی محفلوں کے حاضر باش تھے اور خود کو صابری کے ساتھ نظامی بھی لکھتے تھے اور حضرت خواجہ حسن نظامیؒ سے اپنی بیعت کا قصہ سناتے تھے۔ اس لحاظ سے ان کی رحلت ایک پیر بھائی کی رحلت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور خواجگان کے جوار میں جگہ دے۔ مرحوم کی اہلیہ اور تینوں صاحبزادگان کو صبر جمیل عطا ہو۔

عبدالطیف جلال نظامی

افریقہ کے پیر بھائی عبداللطیف جلال نظامی صاحب نے بھی اگست کے اواخر میں وفات پائی۔ ان کے اٹھنے سے عقیدت و خدمت اور محبت اور خلوص کی دنیا سونی ہو گئی۔ بڑے دین دار اور بزرگوں سے تعلق رکھنے والے بھائی تھے۔ عرسوں کی خدمت کو کبھی نہیں بھولتے تھے۔ اور ایسی باقاعدگی کے ساتھ ہر عرس کی تاریخ یاد رکھتے تھے کہ حیرت ہوتی تھی۔ اور اس سلسلے میں بار بار ان کا کشف بھی ظاہر ہوا کہ کہیں منتظمین کو خرچ میں دشواری پیش آئی تو عین وقت پر ان کی طرف سے بغیر کسی اطلاع اور خبر کے عرس کا خرچ پہنچ گیا۔ نیک کاموں میں حصہ لینے کا مرحوم کو بے حد شوق تھا۔ اللہ تعالیٰ ان خدمات کو قبول فرمائے اور ان کے درجات بلند ہوں۔

جلال صاحب کے بڑے بھائی حضرت خواجہ صاحبؒ کے بڑے چاہنے والے مرید تھے۔ خود جلال صاحب نے بھی حضرت خواجہ صاحبؒ کو دیکھا نہ مجھ سے کبھی ان کی ملاقات ہوئی۔ لیکن وہ خواجہ صاحبؒ کے لٹریچر کے حافظ تھے۔ اور بڑی باقاعدگی سے میرے اور ان کے درمیان خط و کتابت ہوتی تھی۔ چند سال ہوئے خط کے ذریعے انھوں نے بیعت کی اور باقاعدہ نظامی ہو گئے۔ مجھے ان کو دیکھنے کی بڑی تمنا تھی۔ اور وہ مجھ سے ملنے کے لیے بے قرار رہتے تھے۔ افسوس اس کا موقع اس دنیا میں نہ مل سکا۔ انشاء اللہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک جھنڈے تلے ہمیں جمع کرے گا۔

مرحوم کے صاحبزادے علی میاں، بھتیجے میاں عبدالحئی اور دونوں بہوؤں کو اللہ تعالیٰ صبر دے اور حافظ و ناصر رہے۔ آمین

خواجہ حسن ثانی نظامی

نعت گوئی میں حفظِ مراتبِ مصطفےٰ

(از الحاج حکیم کلب علی صاحب شاہد - صدر انجمن ترقی اردو ہند شاخ امروہہ)

ہر دور کے نعت گو شعراء اور عشاقِ مصطفےٰؐ نے اپنی محبت اور اپنی عقیدت کے اظہار میں حفظِ مراتبِ مصطفےٰؐ کو پیش نظر رکھا ہے وہ حضرت کعبؓ ہوں یا بصیری جن کے قصائد سے نعت گوئی کی داغ بیل پڑی۔ سب ہی شعراء "گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی" کے قائل رہے ہیں۔ تنہا اسی اصول پر ہی مداحِ مصطفےٰؐ کار بند نہیں ہیں بلکہ اس سے اور آگے بڑھ کر احترامِ مصطفےٰ کی یہ منزل قائم کی گئی کہ "با خدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار" عشقِ رسولؐ کی آخری منزل تک اقبال تو یہ کہہ کر پہنچے ؎

غلام ہمت آں رندِ پاکم
خدا گفت ما را مصطفےٰؐ بس

ہر زبان کے نعت گو شعراء نے اس منزل میں پھونک پھونک کر قدم رکھا ہے اور انتہائی حزم و احتیاط سے ہر شاعر نے مقامِ مصطفےٰؐ کا ہمیشہ لحاظ و پاس کیا ہے۔ عزت بخاری کہتے ہیں ؎

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

کتنے ایسے شعراء ہیں جو اس احتیاط و ادب کی وجہ سے نعت گوئی کی جرأت ہی نہ کر سکے کہ ہم سے بارگاہِ نبویؐ میں کہیں کوئی لغزش نہ ہو جائے۔ عاشقانِ رسولؐ کا ایک طبقہ تو حضورؐ کے لیے "تو" یا "تیرا" سے مخاطبہ کرنے کو بھی سوءِ ادب قرار دیتا ہے۔ عرفی شیرازی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ نعت کہنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ ذرا سی لغزش ہوئی اور اس راہ میں پاؤں کٹ گئے ؎

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا
ہشیار کہ رہ بر سرِ تیغ است قدم را

اقبالؒ نے حضورِ حق میں یہ استدعا کی ہے ؎

مکن رسوا حضورِ خواجہ ما را
حساب ماز چشم او نہاں گیر

سیماب نے اقبال کے اسی شعر سے استفادہ کرتے ہوئے کہا ہے ؎

تو اپنی فردِ عمل کو یہ نذر سیماب
اسے جنابِ رسالت مآبؐ دیکھیں گے

ایک سرشارِ عشقِ محمدؐ تو یہاں تک کہہ گیا ؎

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

خدا کے حضور میں تو شکوہ کسی نہ کسی نہج سے کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن حضورِ مصطفےٰؐ میں کوئی شاعر بھی شکوہ بر لب ہونے کی ہمت نہیں کر سکا۔ حافظ شیرازی خدا کے حضور میں یوں شکایت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ؎

گناہ اگرچہ نہ بود اختیارِ ما حافظ
تو در طریقِ ادب کوش و گو گناہِ من است

میر نے اپنا استغاثہ ان الفاظ میں دائر کیا ہے ؎

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی

اور غالب نے تو انتہا کر دی یہ کہہ کر ؎

ہم کہیں کیا یاد رکھیں گے کہ خدا رکھتے تھے

فانی بدایونی دبی دبی زبان میں یوں شکوہ سنج ہیں ؎

رحمت سے تیری ہرگز مایوس نہیں فانی
لیکن تری رحمت کی تاخیر کو کیا کہئے

اقبالؒ نے تو طویل مسدس بعنوان شکوہ لکھ کر خدا سے دل کھول کر شکایت کی ہے۔ مسلم شعراء کے علاوہ غیر مسلم مداح محمدؐ نے بھی احترام مصطفےٰؐ کا بدرجہ اتم لحاظ و پاس کیا ہے۔ عاشقانِ مصطفےٰؐ کی جماعت میں ایک طبقہ ایسا بھی گذرا ہے جو اپنی عمر کو آنحضرتؐ کی عمر مبارک سے متجاوز ہونے کو سوءِ ادب گردانتا ہے چنانچہ اقبالؒ نے اپنی اس تشویش کا اظہار کہ میری عمر حضورؐ کی عمر شریف سے متجاوز نہ ہو جائے، اپنے اس خط میں کیا ہے جو مولانا سید سلیمان ندوی کو لکھا تھا۔ اقبالؒ کی یہ تمنا خدا نے پوری کی اور اقبالؒ کی عمر حضورؐ کی عمر سے متجاوز نہ ہو سکی۔

ہمارے عہد میں حضرت رؤف کی شخصیت مغتنمات سے ہے۔ رؤف امروہوی کے نعتیہ اشعار کا لہجہ نیاز مندانہ ہے اور اس لہجے کی لَے سوزِ عاشقی و درد مندی کے باوجود اتنی نرم و نازک ہے جیسے دل کی دھڑکنیں۔ ان کے اشعار میں تڑپ بھی ہے، تمنا بھی ہے اور دردِ مہجوری کا فراق بھی ہے لیکن دھیمے پن کے ساتھ اور یہ دھیما پن رؤف کے یہاں احترام مصطفےٰؐ کے شدید ترین احساس نے پیدا کیا ہے۔ رؤف ہجر نبیؐ میں تڑپتے بھی ہیں، مچلتے بھی ہیں، فریاد بھی کرتے ہیں لیکن ان کے عرض کرنے کا رنگ وہ نزاکت خاص رکھتا ہے جو نزاکت خاص بولتی ہوئی آنکھوں میں ہوتی ہے جن میں نہ آواز ہوتی ہے نہ الفاظ ہوتے ہیں۔ تارِ نظر کے غیر مرئی سلسلے کی طرح رؤف کی صدائے دل لوگوں کے دلوں میں گونجنے لگتی ہے۔ رؤف نے اپنی عاشقانہ فریاد و گذارشات کو اپنے عرض حال دل کو تظلم کی معصیت سے قطعاً دور رکھا ہے۔ ان کے مسلک میں شکوہ نبیؐ کفر ہے۔ دوری مصطفےٰؐ اور دردِ فراق سے رؤف جب بہت گھبرا جاتے ہیں تو خود کو الطاف و اکرامِ مصطفےٰؐ کا مژدۂ جانفزا دے کر دل کو تسلی دینا شروع کر دیتے ہیں۔

رؤف کے یہاں گرمیٔ جذبات و فراوانیٔ اشتیاق کے باوجود حریفانہ رویہ اوّل سے آخر تک کہیں نظر نہیں آتا۔ نیاز مندانہ معروضات میں بھی انتہائی شیفتگی و شائستگی پائی جاتی ہے۔ رؤف کی شاعری میں فکر حکیمانہ کی تلاش عبث ہے ان کے نعتیہ اشعار میں آپ کو سرمستیٔ عارفانہ بغیر کسی تجسس و تامل کے ملتی چلی جائے گی۔ رؤف دانشِ برہانی کے قائل نہیں ہیں جس کے نتیجے میں حیرت کی فراوانی پیدا ہوتی ہے یہ تو دانشِ نورانی کے حامل ہیں جس کے ثمرات طمانیتِ قلب، حق الیقین اور روح کی آسودگی ہے۔ یہ منزل عرفا کی منزل ہے اور اس منزل میں حکما کی منطقی صغریٰ کبریٰ کا طرزِ استدلال بے خبری و حیرت کی طرف لے جاتا ہے۔ بقول رومی ؎

پائے استدلالیاں چوبیں بود
پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

رؤف کی شاعری آہِ سحر گاہی کا نتیجہ ہے، بادِ صبح گاہی کا رنگ و نم ہے جس سے دل کی کلیاں کھلتی چلی جاتی ہیں اور محبت کی خوشبو سے سینے معطر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ کاوشِ فکر اور آورد کے ملمع سے یہ زر سارا پاک ہے۔ رؤف نے وارداتِ قلبی کی صحیح عکاسی کو اور زبان و بیان میں سادہ و صاف روزمرہ کو اپنا وطیرہ بنایا ہے صنائع بدائع کی صنعت گری اور لفظی شکوہ و شوکت کی ظاہری رنگ آمیزی سے رؤف نے اپنی نعت کو ہمیشہ محفوظ رکھا ہے۔ ان کے اشعار میں تاثیر، تیکھا پن اور مٹھاس تنہا خلوص نیاز نے پیدا کی ہے نہ کہ کاوشِ فکر و فن کی کوشش بے سود نے۔ رؤف کو سوزِ مصطفےٰؐ نے شاعر بنایا ہے اس لیے ان کی شاعری کی غایت درد و سوزِ محبت کا

ذائقہ ہے۔ الفاظ و اظہار کی نادرہ کاری نہیں۔ رؤف کی کسی بھی نعت کو پڑھ ڈالیے اس کے ہر شعر میں آپ کو ان کے دل کی دھڑکنیں نو لپیر املیں گی۔ رؤف خود شعر کہنے کی کوشش نہیں کرتے سوز و سرورِ عشق ان سے شعر کہلواتے ہیں۔ اس لیے قاری و سامع پر ان کے اشعار سے وجد و حال کا عالم طاری ہو جاتا ہے۔

رؤف کی نعت گوئی کا اس عہد میں سب سے بڑا افادی پہلو یہ ہے کہ اس دورِ بہ آموز نے آدمی کو دوریِ مصطفےٰ کے جس ظلمت میں لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ رؤف اپنے عاشقانہ اشعار سے وقت کے ان ظلمت کدوں میں شمعِ مصطفویؐ روشن کر رہے ہیں اور دوریِ مصطفےٰ کے عذاب سے انسان کو نجات دلا رہے ہیں۔ عصرِ حاضر رؤف کی اس خدمت کو ہرگز فراموش نہیں کر سکتا۔ غیر مسلموں کی بات تو الگ ہے خود مسلمانوں میں غلط فکر مست مئے پندارِ وحدت لیے افکار کی تشہیر و تبلیغ کر رہے ہیں جن افکار سے انسان سوزِ مصطفےٰ سے محروم ہوتا جا رہا ہے۔ اس محرومی کی لعنت کو رؤف نے اپنے سوزِ باطن سے اپنے ذہن و ضمیر کے انوار سے اور اپنے اشعار عاشقانہ کی موزنت دور کرنے کی مخلصانہ کوشش کی ہے اور ہمیں یہ کوشش بار آور اور نتیجہ خیز نظر آ رہی ہے ذکرِ مصطفےٰ کو عام کرنے میں رؤف کی کوششوں کو بڑا دخل ہے۔ رؤف سرزمین امروہہ میں یہ عاشقانہ جہاد ساٹھ سال سے مسلسل کر رہے ہیں۔

اللہ کرے عمرِ رؤف اور زیادہ

(یہ مضمون عاشقِ رسولؐ حضرت عبدالرؤف امروہوی پر منعقد ہونے والے سیمینار میں پڑھا گیا تھا)

(ادارہ)

ختم قادریہ برائے مہمات عظیمہ

اول آخر درود شریف گیارہ گیارہ مرتبہ
سورۂ الم نشرح ایک ہزار مرتبہ
پڑھ کر اس کا ثواب حضرت غوث پاک علیہ الرحمۃ کی روح پر فتوح کی نذر کرے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی مراد کی دعا بتوسل حضور غوث الاعظم کرے۔ انشاء اللہ کامیابی ہوگی۔

چھوٹا ختم قادریہ پڑھا جائے تو اس میں سورۃ الم نشرح ایک ہزار مرتبہ کے بجائے ایک سو اکتالیس مرتبہ پڑھی جائے۔

کشف الروح حضور غوث پاکؒ

آدھی رات کو اول غسل کرے۔ اس کے بعد ننگے سر ہو کر دو رکعت نماز کشف الروح کی نیت سے پڑھے۔ پہلی رکعت میں الحمد کے بعد تین مرتبہ سورہ کافرون دوسری رکعت میں الحمد کے بعد تین مرتبہ سورہ اخلاص۔ نماز سے فارغ ہو کر روح حضرت غوث پاکؒ کا تصور کر کے مصلے پر کھڑا ہو جائے اور دو سو مرتبہ پڑھے۔

یا میراں سید محی الدین احضروا۔ اللہم صل علیٰ محمد و علیٰ نور محمد فی الارواح۔ یہ پڑھ کر کسی سے بات نہ کرے اور سو جائے۔ اسی رات کو ضرور زیارت نصیب ہوگی ورنہ تین دن عمل کیا جائے۔

(از حضرت خواجہ حسن نظامیؒ)